© rasailojaraid.com

اگر معقولیت کے ساتھ کوئی اعتراض ہوسکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ یہ مدارس میٹرک کی سطح تک بھی وہ ضروری مضامین نہ پڑھائیں جو آج ہر پڑھے لکھے انسان کی ضرورت ہیں۔ یہ اعتراض بلاشبہ صحیح ہوتا، اگر ان دینی مدارس کو اس طرف توجہ نہ ہوتی۔ لیکن جب سے مدارس میں وفاقوں کا نظام جاری ہوا ہے یہ صورتحال تبدیل ہو چکی ہے اب وفاق نے تمام مدارس کے لیے جو نصاب اور نظام لازمی قرار دیدیا ہے اس کی تفصیل میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اس کی رو سے اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم شروع کرنے سے پہلے مدرسہ پر لازم ہے کہ وہ میٹرک کی سطح تک تمام مروجہ مضامین پڑھائے جن میں ریاضی، سائنس، جغرافیہ، تاریخ اور انگریزی زبان وغیرہ سب داخل ہیں اور اب بیشتر مدارس میں یہ نظام سالہا سال سے جاری ہے بلکہ ان مضامین میں بہت سے مدارس کا معیار تعلیم اگر مثالی نہیں تو عام سرکاری اسکولوں کے معیار سے یقیناً بدرجہا بہتر ہے۔ دینی مدارس کے اپنے اجتماعی نظام کے ذریعے جسے وفاق المدارس یا تنظیم المدارس کہا جاتا ہے اس رخ پر مسلسل پیشرفت ہو رہی ہے اور اس نظام میں جو بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کرنے پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جسے مغربی پروپیگنڈے نے عالمگیر بنا دیا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ ان مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے اور یہ دہشت گردوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ دینی مدارس کے ذمہ داروں کی طرف سے بار بار یہ پیشکش کی گئی ہے کہ جس کسی کو مدارس کے بارے میں اس قسم کا شبہ ہو، اسے کھلی دعوت ہے کہ وہ مدرسوں کو آ کر خود دیکھے اور چاہے تو سراغ رسانی کے حساس ترین آلات استعمال کر کے پتہ لگائے کہ آیا کہیں ناجائز ہتھیاروں یا ان کی خفیہ تربیت کا کوئی نشان ملتا ہے؟ اگر کسی مدرسے کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہاں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے یا اس قسم کی کوئی کارروائی ہو رہی ہے تو اس کے خلاف مناسب کارروائی کا نہ صرف خیر مقدم کیا جائے گا بلکہ وفاقوں کے ذمہ دار حضرات بار بار یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ہم خود بھی اس کارروائی میں تعاون کریں گے لیکن تین سال سے مدارس کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ جاری ہے اور سرکاری حلقوں سے بھی یہ مجمل بات کہی جاتی ہے کہ بعض مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی مدرسے کے خلاف یہ بات ثابت ہوئی ہے تو اس کا نام اور اس کی شناخت کیوں منظر عام پر نہیں لائی جاتی؟ اور بعض مدرسوں کا لفظ استعمال کر کے تمام دینی مدارس کو آخر کیوں مشکوک اور مطعون قرار دیا جا رہا ہے؟

صورتحال یہ ہے کہ اول تو ابھی تک کسی دینی مدرسے کے خلاف اس قسم کا کوئی الزام میری معلومات کی حد تک ثابت نہیں ہو سکا۔ چودھری شجاعت حسین صاحب کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ انھوں نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران مدرسوں میں دہشت گردی کے الزام کی مکمل تحقیق کی اور مجھے کسی مدرسے میں دہشت گردی کی تربیت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن اگر فرض کریں کہ ہزارہا دینی مدارس میں سے ایک دو مدرسوں کے بارے میں یہ الزام ثابت ہو جاتا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی بنیاد پر تمام دینی مدارس کو دہشت گرد قرار دیدیا جائے؟ کیا دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں بعض اوقات کچھ جرائم پیشہ افراد داخل نہیں ہو جاتے؟ کیا اس کی بنا پر تمام تعلیمی اداروں کو جرائم پیشہ قرار دے دینا عقل وانصاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کسی خانے میں فٹ ہو سکتا ہے؟

دینی مدارس کو دہشت گردی کی وارداتوں سے ہر قیمت پر منسلک کرنے کی تازہ ترین مثال لندن کے دھماکے ہیں۔ جن لوگوں کو اس دھماکے کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے انھوں نے کسی دینی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی تھی، وہ برطانیہ ہی میں پلے بڑھے اور وہیں کے ماڈرن اداروں میں تعلیم پائی، ان میں سے صرف ایک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی وقت مختصر عرصے کے لیے لاہور آیا تھا، اگر یہ بات درست ہو تب بھی یہ عجیب معاملہ ہے کہ جہاں اس نے پوری زندگی گزاری اسے چھوڑ کر پاکستان کے دینی مدارس کو اس لیے مطعون کیا جائے کہ وہ ایک مختصر وقت کے لیے یہاں آیا تھا۔

اسی واقعے کے پس منظر میں ہماری حکومت نے دینی مدارس میں باقاعدہ ویزا پر آئے ہوئے تمام غیر ملکی طلبا کے لیے اعلان کر دیا ہے کہ انہیں فوراً ملک چھوڑنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے طلبا وہ ہیں جو سالہا سال یہاں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آئندہ مہینے اپنا آخری سال مکمل کر کے امتحان دینے والے ہیں، جس پر انہیں ڈگری ملنی ہے۔ لیکن فی الحال احکام یہ ہیں کہ انہیں اتنی بھی مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنا امتحان دے سکیں اور اس طرح ان کی سالہا سال کی محنت اکارت کی جا رہی ہے۔ یہ سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان غیر ملکی طلبا کا تعلیم کے لیے پاکستان آنا ملک کے لیے ایک اعزاز ہے اور یہ اپنے ملکوں میں واپس جا کر قومی مسائل میں ہمارے ملک کے لیے غمخواری میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے لیے پاکستان کے دروازے بند کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اب پاکستان کے بجائے ہندوستان کا رخ کریں گے اور ایسی اطلاعات مل رہی ہیں کہ جو والدین اپنی اولادت کو دینی تعلیم و تربیت دلانا چاہتے ہیں وہ اب انہیں بھارت بھیجنے کے انتظامات سوچ رہے ہیں۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا یہ ناگہانی فیصلہ ملک کے مفاد میں ہے؟ اگر کسی خاص شخص کے بارے میں کوئی الزام ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، وہ کارروائی ضرور کیجیے اور مدارس پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ اس میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے لیکن سارے مدارس کے تمام غیر ملکی طلبا کو ایک سانس میں دیس سے نکالا دے دینا معقولیت اور انصاف کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

☆☆☆

صدقہ، ستر مصیبتوں کا علاج

حضرت ابن ابی الجعد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صدقہ وخیرات ستر آنے والی مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسا دانہ جانتا ہوں جو دنیوی پہاڑ کے برابر ہے، وہ دانہ اللہ کی رضا کے لیے کیے جانے والے صدقے کا ہے جو اللہ کے نزدیک پہاڑ کے برابر ہے۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ محتاج اور فقیر کو صدقہ دیتے وقت جو شخص اپنے کو فقیر سے زیادہ اجر وثواب کا مستحق نہیں سمجھتا اس کا صدقہ وخیرات قبول نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ وخیرات صدقہ کرنے والے کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ ﴿المستطرف للابشیہی﴾

(مراسلہ: ابوتمیم محمد یوسف رانا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعثت کے مقاصد اور رجال اللہ کی اہمیت وضرورت

شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب
دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

هُوَالَّذِی بعث فی الامیّین رسولاً منهم یتلُوا علیهم ایٰتِه ویزکّیهم ویعلّمهم الکتابَ والحکمة (الجمعة۲)۔ وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ واخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانش مندی کی باتیں سکھلاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمی کہا گیا اور اُمیّوں میں ہی مبعوث ہوئے۔ اُمّی اُم سے ماخوذ ہے ماں کی طرف منسوب ہے۔ اَن پڑھ کو کہتے ہیں۔ اس لیے اَن پڑھ کی نسبت ماں کی طرف ہوتی ہے۔ باپ سے یا کسی سے ابھی تک لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ ہماری اصطلاح میں اُمّی جاہل کو کہتے ہیں جو عمدہ صفت نہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ایک اعلیٰ اور صفت ہے۔ جاہل کے معنی میں نہیں۔ بلکہ صرف لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن امی ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم وفضل کے لحاظ سے اتنے بلند تھے کہ ساری دنیا کے معلّم اور مربی تھے۔ علم تقسیم کرنے والے تھے، جن میں مبعوث ہوئے وہ بھی امی تھے۔ عرب میں بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ایسے امیّوں میں ایک عظیم الشان نبی کو مبعوث کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں، قریش قبیلہ سے تھا۔ آپ کی بعثت کا مقصد اور ذمہ داری آیت میں یوں بیان ہوئی ہے۔ ا۔ قرآنی اور دیگر آسمانی کتابوں کی تلاوت کرنا، (۲) انسانیت کو ظاہری وباطنی نجاستوں سے پاک کرنا۔ تزکیہ کر کے تزکیہ کی تعلیم دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری نجاستوں سے پاکی کا طریقہ اور اس کا حکم بھی بتلا دیا ہے اور باطنی نجاستوں کا بھی۔ اخلاق رذیلہ اور غلط عقائد باطلہ جیسی گندی بیماریوں سے پاکی کی تعلیم دی ہے۔ (۳) تیسری ذمہ داری کتاب وحکمت کی تعلیم ہے۔ کتاب سے تو قرآن مجید مراد ہے اور مفسرین نے حکمت کے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ راجح معنی یہ ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی ایک شفیق باپ اور مربی کی طرح دینی تربیت کر کے اعلیٰ درجہ کی تہذیب سکھائی ہے۔ روایت میں ہے ”انالکم مثل الوالدلولده “میں تمہارے لیے ایسا ہی ہوں۔ جیسے بیٹے کے لیے باپ۔ اچھے اخلاق اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عادات کی تعلیم وتربیت دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع حاجت کا مؤدب طریقہ بتلایا کہ رفع حاجت کے دوران قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہیں کرنی ہے۔ رفع حاجت سے فراغت کے بعد تین ڈھیلوں کا استعمال بتلا دیا تا کہ اچھی طرح صفائی ہو سکے۔ اس کا بیان فقہ کی کتابوں میں کتاب الطھارۃ کے عنوان سے موجود ہے۔ پھر اس میں مختلف ابواب ہیں مثلاً باب الاستنجاء وغیرہ۔ دنیا کی موجودہ کسی تہذیب میں طھارۃ اور استنجاء کے اسلام جیسے بتلائے ہوئے طریقے اور تعلیم نہیں ملتی۔ پھر بھی وہ لوگ خود کو مہذب کہتے ہیں۔ دنیا میں صحیح اور اعلیٰ مہذب قوم صرف مسلمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال میں لوگوں کے لیے کو عقل وحکمت بھی ہیں۔ ایک عاقل اور تجربہ کار جب بات کرتا ہے تو یہ حکمت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں بڑی گہرائی ہوتی ہے۔ موقعہ وحالات کے مناسب ومطابق کوئی بات یا فعل کرنا حکمت کہلاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کا اگر جائزہ لیا جائے تو بالکل موقعہ وحالات کے مناسبِ ومطابق ہیں۔ کوئی بات یا فعل خلاف موقعہ یا غیر مناسب نہیں اور اس کی گہرائی تک پہنچنا ہر ایک کا کام نہیں۔ بڑے بڑے دین دار علماء عاقلین ہی اس کو جانتے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات میں لوگوں کی جان، مال، عزت وآبرو اور دین کا تحفظ ہے۔

دینی طالب علم یہ بات جانتا ہے کہ پہلے درجہ میں آیات کی تلاوت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو آیات کے تلفظ اور ادا کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے۔ جس کے لیے علم التجوید کے نام سے مستقل علم اور ماہرین موجود ہیں۔ دوسرے درجہ میں آیات کے الفاظ کے معنی وترجمہ ہیں۔ لغت عربی جاننے والا ترجمہ تو معلوم کرسکتا ہے لیکن آیت اور جملہ کی اصل مراد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بغیر پہنچنا مشکل ہے۔ اس کی مثالیں موجود ہیں۔ صحابہ کرام کو اپنے فہم سے آیات کے معنی مراد تک پہنچنے میں غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مراد بیان کردی۔ اس لیے امت کا ہر فرد آیات کے معنی سے صحیح مراد تک پہنچنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہے۔

تیسرا درجہ تزکیہ ہے۔ الفاظ کی تلاوت معانی کی تعلیم اور آیات کے مفاہیم پر عمل کروانا آپ کا کام تھا۔ ترتیب یوں ہے، تلاوت، فہم معنی، تزکیہ وعمل۔ لیکن آیت میں تلاوت کے بعد تزکیہ وعمل کا ذکر ہے۔ اس کے بعد کتاب کی تعلیم یعنی مفاہیم کا ذکر ہے۔ حالانکہ انسان الفاظ سیکھ کر معنی جانتا ہے، پھر عمل کرتا ہے۔ مثلاً ''اقیموا الصلوٰۃ'' کی اول تلاوت ہوگی پھر معنی جاننا ہوگا، پھر عمل۔ لیکن آیت میں ترتیب بیانی ایسی نہیں۔ تزکیہ کا ذکر آخر میں ہونا چاہیے تھا۔ اس بدلی ہوئی ترتیب کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر الفاظ، معنی اور تزکیہ کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا جاتا تو بظاہر یہ بات معلوم ہوجاتی کہ تینوں کو ملا کر مجموعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذمہ داری ہے الگ الگ تین ذمہ داریاں نہیں۔ جب ترتیب بدلی تو اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین الگ الگ ذمہ داریاں ہیں، مجموعہ ذمہ داری میں اہتمام نہیں ہوتا، جو اہتمام ہر ذمہ داری کو مستقل سمجھنے میں ہوتا ہے۔ پہلی ذمہ داری آیات کی تلاوت ہوئی، حالانکہ عربی عربوں کی مادری زبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی تا کہ لوگ اس کو ایک مخصوص طریقے سے پڑھیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ کسی عربی عبارت اذان، احادیث وغیرہ میں تجوید کی رعایت ضروری نہیں، بلکہ تجوید قرآن مجید کا خاصہ ہے۔ آیات سننے کے بعد مطالب معانی اور صحیح مراد تک پہنچنے کی باری آتی ہے۔ قرآن مجید کے مطالب نہایت عالی اور بہت زیادہ ہیں ان تک پہنچنا کسی زبان دان کا کام نہیں کہ محض عربی بولنے والا معنی مراد تک پہنچ جائے، اس لیے قرآن مجید دیگر کتب سے ممتاز ہے۔ دیگر کتابوں میں معانی مقصود ہوتے ہیں الفاظ مقصود نہیں ہوتے مثلاً کافیہ کی کتاب ہے۔ اس میں مطلوب الفاظ نہیں بلکہ مقصود مسائل وقواعد نحو ہیں۔ اگر ایک طالب علم، کافیہ میں مذکورہ مسائل وقواعد یاد کرلے اور اس کو کافیہ کتاب کے الفاظ یاد نہ ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ طالب علم نے کافیہ یاد کرلی ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے کافیہ کے مسائل کو فارسی یا کسی اور زبان میں بیان کردیا تو اس کو بھی کافیہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید ایسی کتاب نہیں بلکہ اس کے مفاہیم کے ساتھ اس کے مخصوص الفاظ بھی مقصود اور مراد ہیں۔ اسی لیے علماء اصول فرماتے ہیں: ''ھو اسم للنظم والمعنیٰ جمیعًا '' قرآن الفاظ اور معنی دونوں کو کہتے ہیں۔ ایک طرف اگر قرآن مجید کے معانی ومطالب بہترین زندگی گزارنے کے لیے بہترین راہنما ہیں، ان سے زندگی گزارنے کا اسلامی ڈھنگ معلوم ہوتا ہے تو دوسری طرف قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ بہت عبادتیں متعلق ہیں۔ نماز قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر قابل قبول نہیں۔ مثلاً روایت ہے ''لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب '' (فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) ارشاد باری ہے ''فاقرء وا ماتیسر من القرآن '' سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو۔ (المزمل ۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلائی ''صلوا کما رأیتمونی أصلّی '' میری نماز کی طرح نماز پڑھو!

قرآن کے الفاظ کو بے وضو چھونا منع ہے۔ جب کہ صرف ترجمہ یا تفسیر ہو تو بے وضو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ یہ فرق صرف قرآن مجید کے الفاظ کی وجہ سے ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ ثواب دیتا ہے۔ ایک ایک حرف کے تلفظ پر دس دس نیکیاں عطا کرتا ہے، خواہ پڑھنے والا معنی سمجھے یا نہ سمجھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الم '' میں مثال بیان فرمائی ہے۔ الف حرف لام حرف میم حرف مجموعہ پر نوے نیکیاں ملیں۔ حروف مقطعات کی مثال دی حالانکہ ان کے معانی، اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی بھی قطعی طور پر نہیں جانتا۔ حالانکہ پھر بھی ان کے پڑھنے سے ثواب ملتا ہے۔ دیگر آیات کے معانی مفسرین، اللہ اور اس کے رسول کے بیان اور سمجھانے کی وجہ سے جانتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی غلطی اور غلط بیانی ظاہر ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بغیر فہم معانی تلاوت کا فائدہ نہیں۔

ارشاد باری ہے ''ھن ایات محکمات ھنّ امّ الکتاب وأخر متشابھات '' جس میں ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مراد ہیں اس کتاب کے، اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں۔ (ال عمران، ۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کے دو حصے ہیں، ایک حصہ محکم اور ظاہر المراد ہے۔ اس سے احکام و عقائد کا استنباط ہوتا ہے۔ متشابہات والا حصہ غیر ظاہر المراد ہے۔ مجتهد فی الفنون، استاد الکل فی الکل، جامع المعقول والمنقول حضرت العلامہ مولانا خان بہادر مارتونگی رحمہ اللہ متشابہات کے بارے میں فرماتے تھے۔ مراد غیر ظاہر، ظاہر غیر مراد۔ متشابہات کا علم اللہ کے ماسوا کسی کو نہیں، ان آیات کا نزول آزمائش ہے۔

مفسرین میں سے مفوضہ مقطعات کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اللّٰہ اعلم بمرادہ بذلک۔ اللہ کو ان حروف سے اپنی مراد خوب معلوم ہے۔ حروف مقطعات میں عوام کی آزمائش یہ ہے کہ علم سیکھیں اور علماء کا امتحان یہ ہے کہ متشابہات کے جاننے کے درپے نہ ہوں۔ علماء کرام کی عادت ہے کہ ہر لفظ کا معنی اور مراد ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان کو تنبیہ کی گئی کہ گمراہ لوگ متشابہات کے درپے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کا علم صرف اللہ کو ہے۔ الحاصل قرآن کے الفاظ بھی رحمتوں، برکتوں اور ثواب کے خزائن میں ہیں۔ لہٰذا آیات کا پڑھنا اور پڑھانا نبی علیہ السلام کی ایک مستقل ذمہ داری اور مقصد ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا پڑھنا منقول ہے اسی طرح آیات کو پڑھنا ہوگا۔ بہت کم لوگ ہیں جو اسی منقول طریقے سے پڑھتے ہیں، اسی طرح آیات کا سیکھنا دین کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ عرب اگرچہ اہل لسان تھے لیکن نفس زبان دانی قرآن کے آیات کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے کافی نہیں۔ زبان دانی کے ساتھ استاد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے عوام قرآن کو نہیں سمجھتے باقاعدہ اساتذہ سے اس کا علم حاصل کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ بخاری شریف میں کتاب العلم کے تحت باب باندھتے ہیں۔ ”إنما العلم بالتعلم“ آسمانی علم زبان سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اگر صرف زبان کی مہارت کافی ہوتی تو صحابہ کرام کو بعض مقامات میں اشتباہ پیدا نہ ہوتا۔ صحابہ کرام جیسے ماہر اہل لسان اور پاک طینت لوگوں نے اس کے سیکھنے کا ارادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پڑھایا اور سکھایا۔

کامیابی کی دو باتیں: انسان کی رشد وہدایت کے لیے دو باتیں ضروری ہیں ایک کتاب اللہ وسنت رسول، دوسرے نمبر پر رجال اللہ یعنی ماہر اساتذہ۔ یہ ایک مسلم الثبوت قانون ہے کہ تمام فنون اور ہنر کی کتابیں ملتی ہیں لیکن مطالعہ سے نہ کوئی ڈاکٹر بنتا ہے نہ انجینئر بلکہ علم وفن کے سیکھنے کے لیے ماہر استاد سے نظریاتی طور پر بھی سیکھنا ہوتا ہے اور عملی مشقوں کے لیے بھی مستقل شاگردی اختیار کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک نظریاتی اور عملی ماہر فن بنتا ہے۔ کسی فن کے نفس اصول سیکھنے سے بھی کام نہیں چلتا بلکہ فن کے ماہر استاد کی طرف گھٹنے ٹیکنے ہوں گے۔ رجال اللہ (ماہرین) اصل مراد کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان رجال اللہ کی معیت کی وجہ سے تمام احکامات عملی شکل میں موجود ہیں۔ جو آدمی نماز کی عملی شکل سے ناواقف ہے وہ نمازی نہیں، سب نے سلسلہ وار اس کو اپنے اگلوں سے سیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”انما بعثت معلماً“ اللہ نے مجھے معلم اور مدرس بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے معلم تھے۔ ساری امت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحیثیت متعلمین کے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طالبین ہیں۔ دنیا کے طالبین نہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمودات کو سیکھ کر سکھائیں۔ "ویز کیھم" میں اعمال کی مشق کی طرف اشارہ ہے۔

فن کی ڈگری کے حصول کے بعد ماہر فن کی نگرانی میں عملی مشقیں ضروری ہیں۔ عملی مشق کے ساتھ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ وجود میں آئیں گے۔ جس سے تزکیہ نفس ہوگا، اس لیے ایک مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اھدنا الصراط المستقیم" "ہمیں سیدھی راہ دکھلا اور اسی پر چلا تو سورۃ فاتحہ کا خلاصہ، صراط مستقیم ہے۔ اس کی تعیین اور مصداق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" "رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا۔ اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے (الفاتحہ ۷) اب "صراط الذین انعمت علیھم" کی جگہ "صراط القرآن والسنۃ" نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ قرآن وحدیث کے رجال کا دامن تھام لو۔ اس میں قرآن وحدیث کا علم بھی آ جائے گا اور ساتھ رجال بھی تو علم وعمل دونوں نصیب ہوں گے اور اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ رجال اللہ کو چھوڑ کر فقط اسلامی قوانین واحکام جاننا کافی نہیں۔ بعض لوگوں نے قوانین کو چھوڑ کر محض رجال کو اپنا قبلہ بنالیا ہے جیسے بعض یہودیوں نے ایسا کیا تھا۔ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ" "انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاقت کے) رب بنا رکھا ہے۔ (التوبۃ ۳۱)

اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی اجازت، نہ عام لوگوں کو ہے نہ خواص (علماء) کو ہے۔ نافرمانی عوام سے ہو یا خواص سے سب کی مخالفت ضروری ہے، تو قرآنی تعلیمات کے ساتھ استاد، مزکی، مربی کی بھی ضرورت ہے اس کے بعد ہدایت اور فلاح پیدا ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لیکن علم وعمل کے لحاظ سے یکتائے روزگار اور استاد زمانہ تھے۔ بڑے بڑے جامعات کے بڑے فضلاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مربی نہیں بن سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تعلیم وتربیت کا اعلیٰ نمونہ صحابہ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے جو امت کے لیے علم وعمل میں بہترین راہنما ہیں۔ صحابہ کرام کی جماعت کی طرف دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس پائے کے معلم اور مربی تھے۔ قیامت تک جو علماء اور صوفیاء پیدا ہوتے رہیں گے، ان سب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کے اثرات ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی تعلیم و تربیت کے اثرات ختم نہیں ہوئے، بلکہ برابر جاری ہیں اور بقیہ امت اس سے برابر مستفید ہو رہی ہے۔ اس سے علماء وصوفیاء کی فضیلت بھی معلوم ہوگئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد اربعہ کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے یہ دنیا آباد ہے، اب دنیا دار لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ دنیا کی بقاء میں ان کا کتنا حصہ ہے؟ دنیا کی بقا علماء کی وجہ سے ہے اور فائدہ عوام کو پہنچ رہا ہے۔ ☆☆☆

© rasailojaraid.com